# عورت کا دائرۂ کار

## اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عورت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے پردہ میں رہنے کی چیز۔ وہ شے جو چھپانے کے قابل ہو اور اس کا نظروں کے سامنے آنا طبعًا ناپسندیدہ اور ناگوار ہو۔ اسی لئے یہ لفظ انسان کے ان اعضاء کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو ہمیشہ چھپائے جاتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ عورت مرد (رَجُل) کی مؤنث کیلئے نہیں بولا جاتا۔ البتہ اردو زبان میں یہ لفظ زن (WOMAN) کے معنوں میں مستعمل ہے اور یہ لفظ حوا کی بیٹی کیلئے اسی لئے اختیار کر لیا گیا ہے کہ وہ ہمہ تن چھپانے کی چیز ہے۔ زن کیلئے فارسی میں لفظ مستور استعمال کیا جاتا ہے جس کی جمع مستورات ہے جو اردو میں بھی عام مستعمل ہے۔ مستور کا معنی بھی بالکل وہی ہے جو عورت کا معنی عربی زبان میں اوپر مذکور ہوا یعنی چھپی ہوئی چیز۔

جس شخص نے اسلامی لٹریچر کا تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا ہوگا اس پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عورتوں کا اصل مقام ان کا گھر ہے جہاں ان پر غیر محرم افراد کی نظر نہیں پڑ سکتی۔ حدیث نبویؐ کے الفاظ ہیں **اَلْمَرْءَۃُ عَوْرَۃٌ** یعنی عورت چھپائے جانے کے لائق ہے۔ نیز دوپٹہ کیلئے قرآن شریف میں لفظ "خمار" استعمال ہوا ہے جس کا لفظی معنی ہے چھپانے والی چیز۔ عورت گھر سے باہر نکلے تو پردے کیلئے جلباب اوڑھ کر نکلے۔ لفظ جلباب قرآن شریف میں مذکور ہے اور اس کا معنی ہے وہ بڑی چادر جو اصل لباس کو بھی ڈھانپ لے، تو گویا قرآن و حدیث کی ان تصریحات کے مطابق عورت لاریب وہ ہے جو پردہ نشین اور ستر و حجاب کی پابندی کرنے والی ہے۔

مسلمانوں کی زندگی میں مخلوط معاشرے کا کوئی تصور نہیں۔ یہاں مرد روزی کمانے کیلئے گھر سے باہر بھاری اور پر مشقت کام کرتا ہے جبکہ عورت گھر کے اندر

© rasailojaraid.com

ہلکے پھلکے کام کرنے کی ذمہ دار ہے۔ عورتوں کے فرائض منصبی گھر کی چار دیواری کے اندر تک محدود ہیں۔ ان کا کام مردوں کیلئے گھر کے اندر پرسکون ماحول کی فراہمی اور اولاد کی صحیح خطوط پر تربیت کرنا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو خطاب فرماتا ہے: "اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو" (الاحزاب : ۳۳)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ترمذی شریف میں اس طرح نقل ہوا ہے: "عورت مستور رہنے کے قابل شے ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اس وقت اللہ کی رحمت سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہو۔" چنانچہ عورتوں کو ان کاموں کا مکلف ہی نہیں ٹھہرایا گیا جن کا تعلق گھر سے باہر کی دوڑ دھوپ سے ہے۔ یہاں تک کہ عورتوں کو جہاد پر جانے سے روک دیا گیا ہے۔ حافظ ابوبکر بزار حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ساری فضیلتیں تو مرد لوٹ کر لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں، ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا "جو تم میں سے گھر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔" مطلب یہ ہے کہ خاتون خانہ اپنے مرد کو اطمینان کے ساتھ جہاد پر جانے کا موقعہ دے گی اور اسے اپنے گھر کی طرف سے پورا اطمینان ہو گا کہ اس کی بیوی اس کے گھر اور بچوں کو سنبھالے بیٹھی رہے گی اور اس کی عدم موجودگی میں کوئی گل نہیں کھلائے گی۔

جہاد تو بڑی دور کی بات ہے مسلمان عورتوں کو تو جمعہ کی نماز سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے کیونکہ یہ نماز گھر سے نکل کر صرف مسجد ہی میں ادا ہو سکتی ہے۔ حالانکہ نمازِ جمعہ وہ نماز ہے جس کے ادا کرنے کی مردوں کو سخت تاکید کی گئی ہے۔ ایک موقعہ پر رسول پاکؐ نے فرمایا "میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادوں جو بلاعذر جمعہ کی نماز کیلئے مسجد میں نہیں آتے۔" مردوں کیلئے روزانہ کی نماز پنجگانہ بھی محلّہ کی مسجد میں پابندیٔ وقت کے ساتھ جماعت کی صورت میں ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے جبکہ عورت کو پانچوں نمازیں گھر پر ادا کرنے کی تلقین کی گئی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہے۔ احمد اور طبرانی میں مذکور ہے کہ ام حمید ساعدیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ مجھے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔" حضرت ام سلمہؓ کی ایک روایت میں جو احمد اور طبرانی میں ہے آنحضورؐ کے الفاظ یہ ہیں: **خَیرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعرُ بُیُوتِہِنَّ** یعنی عورتوں کیلئے بہترین مسجدیں ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

چونکہ عورت کا دائرہ کار اور اس کی سرگرمیاں گھر کی چار دیواری کے اندر تک محدود ہیں اس لئے بیرون خانہ کے کاموں کی ذمہ داری اس پر ڈالی ہی نہیں گئی۔ اس کے تمام اخراجات اور ضروریات کی کفالت مرد کے ذمہ ہے۔ قرآن پاک میں جہاں مردوں کی عورتوں پر ایک گونہ فضیلت کا ذکر ہے وہاں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ (مرد) ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ یعنی ان کی کفالت کے ذمہ دار ہیں۔ گویا عورت کو معاشی ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے۔

عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے، یہاں تک کہ اس کی آواز بھی غیرمحرم مردوں کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہئے اور اگر کبھی ایسا ضروری ہو جائے تو قرآن پاک کی تعلیم (بحوالۂ آیت نمبر۳۲ سورۃ الاحزاب) یہ ہے کہ ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور اندازِ گفتگو غیرملائم اور بھاری سا ہونا چاہئے تاکہ مخاطب کو نہ تو آواز میں دلکشی اور نسوانیت محسوس ہو اور نہ اسے کسی طرح کے لالچ کی راہ نظر آئے۔ اسی بناء پر عورت کیلئے اذان دینا ممنوع ہے۔ بلکہ اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ نماز باجماعت میں پیچھے کوئی عورت بھی موجود ہو اور امام غلطی کرے تو مرد کی طرح اسے سبحان اللہ کہنے کی اجازت نہیں بلکہ اسے ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنی چاہئے تاکہ امام متنبہ ہو جائے۔

سورۃ النور کی آیت نمبر۳۱ میں مسلمان عورتوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا

© rasailojaraid.

لوگوں کو علم ہو جائے۔ مزید یہ کہ اگر اشد ضرورت کے تحت عورت کو گھر سے باہر نکلنا ہو تو زیورات کی جھنکار کے اظہار کی بھی اسے ممانعت ہے اور خوشبو لگانے سے بھی روکا گیا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ کی تفسیر میں امام ابنِ کثیرؒ حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کیلئے گھر سے باہر نکلیں تو جلباب اوڑھ کر اپنا چہرہ ڈھانپ لیں۔ اور جلباب کا معنی اوپر مذکور ہوا یعنی وہ چادر جو جسم پر اس طرح لپیٹ لی جاتی ہے کہ اس سے لباس بھی چھپ جاتا ہے۔

مذکورہ بالا توضیحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق عورت کا دائرۂ کار گھر کے اندر تک محدود ہے اور اگر اسے ناگزیر حالات میں گھر سے باہر جانا پڑے تو اسے ایک بڑی چادر سے اپنے جسم بلکہ کپڑوں تک کو ڈھانپ کر نکلنا چاہیے۔ تاریخِ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ چیز مخفی نہیں کہ عہدِ رسالت مآبؐ اور دورِ خلافت راشدہ میں مسلمان عورتیں منشائے اسلام کے مطابق پردے کی سخت پابندی کرتی تھیں۔ البتہ چند واقعات ایسے بھی ملتے ہیں جن سے اگرچہ کسی طرح کی غلط فہمی پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں تاہم کج رو اور زیغ پسند طبائع ان سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کرسکتے ہیں، چنانچہ یہاں ان کا تذکرہ کردینا بھی بات کو مزید واضح کرنے کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی زندگی میں معاشی جدوجہد کی مثال ملتی ہے مگر اول تو یہ ان کے رسول پاکؐ کی زوجیت میں آنے اور قبولِ اسلام سے پہلے کی بات ہے لہٰذا یہ حجت نہیں، دوم یہ کہ وہ معاشی جدوجہد گھر کے اندر بیٹھ کر کرتی تھیں اور خود باہر نہیں گھومتی تھیں۔ سوم یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ان کے شوہر فوت ہوچکے تھے اور ان کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں تھا مگر جب وہ آنحضرتؐ کی زوجیت میں آئیں تو اب کفالت کی ذمہ داری آپؐ نے لے لی اور ام المومنینؓ نے معاشی جدوجہد ترک کردی۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات اور صحابیاتؓ میں شاید ہی کوئی عورت ہو جو معاشی جدوجہد میں مصروف نظر آتی ہو۔

۲۔ جنگ بدر میں چند صحابیات نے میدانِ جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی تو

© rasailojaraid.c

سمجھ لینا چاہیئے کہ اول تو جنگِ بدر کا یہ واقعہ سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب (جن میں پردے کے احکام نازل ہوئے) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے لہذا حجت نہیں۔ دوسرے یہ صورت بھی اضطراری تھی کیونکہ یہ کفر و اسلام کے درمیان پہلی جنگ تھی اور مسلمانوں کیلئے تخت یا تختہ والا معاملہ تھا۔ تیسرے یہ کہ بعد کے کسی غزوے میں عورتوں کا اس طرح میدانِ جنگ میں کام کرنا ثابت نہیں بلکہ بعد کی ایک جنگ کے موقعہ پر کچھ عورتیں اس مقصد کیلئے گھروں سے نکلیں، آنحضور ؐ کو معلوم ہوا تو آپ ؐ نے ناگواری کا اظہار کیا اور انہیں واپس گھروں کو بھیج دیا اور پھر کبھی مسلمان عورتوں کو میدانِ جنگ میں نہ جانے دیا۔

۳۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ الصدیقہ ؓ نے بذاتِ خود حصہ لیا مگر معلوم ہونا چاہیئے کہ خود حضرت عائشہ ؓ کا خیال اس بارے میں کیا تھا۔ عبداللہ ابنِ احمد بن حنبل ؒ نے زوائد الزھد میں اور ابن المنذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق ؒ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ ؓ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت **وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ......الخ** پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا کیونکہ انہیں اس پر وہ غلطی یاد آجایا کرتی تھی جو ان سے جنگِ جمل میں ہوئی تھی۔

۴۔ عورت کیلئے ستر و حجاب کی یہ پابندی فحاشی اور زناکاری کی روک تھام کے لئے تھی مگر اس کے باوجود عہدِ رسالت مآب ؐ میں زنا کے اکادکا واقعات پیش آئے اور مجرموں کو سزا بھی دی گئی تو اس میں تو کوئی شک نہیں کہ رسالت مآب ؐ کے پاکیزہ عہد میں ستر و حجاب کی پابندی کے نتیجہ میں نہایت مطہر معاشرہ قائم ہوچکا تھا مگر جاننا چاہیئے کہ وہ لوگ بھی آخر انسان ہی تھے اور انسانوں کا معاشرہ جرائم سے قطعی پاک نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ واقعات پیش نہ آتے اور آنحضرت ؐ مجرموں پر حد جاری نہ کرتے تو بعد میں اعتراض ہوسکتا تھا کہ قذف و زنا کی اتنی سخت سزا نظری طور پر تو درست ہوسکتی ہے مگر اس پر عمل درآمد ممکن نہیں اور ناممکن کا حکم حکمت کے خلاف ہے۔ چنانچہ عہدِ رسالت میں قذف و زنا کے مجرموں کو سزا دے کر حدود پر عمل درآمد کی مثال قائم کردی گئی۔

© rasailojaraid.com

یہاں یہ بات یاد رہے کہ گھر عورت کیلئے قید خانہ نہیں بنایا گیا بلکہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ضرورت کے تحت وہ بڑی چادر اوڑھ کر باہر نکل سکتی ہے، لہٰذا گھر کے باہر کی تمام ناگزیر سرگرمیوں میں وہ حصہ لے سکتی ہے۔ بچیاں سکول جائیں، خواتین انہیں پڑھانے کیلئے تعلیمی اداروں کی طرف چل کر جائیں۔ طالبات طب کی تعلیم حاصل کرکے زنانہ ہسپتالوں میں ملازمت اختیار کریں یا اپنے کلینک کھول لیں وغیرہ۔ مگر ان ناگزیر صورتوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نوجوان لڑکیوں کو بینک، ڈاک خانے اور دوسرے دفاتر میں حسن و زیبائش کی نمائش کرتے ہوئے مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی اجازت دینا ہرگز ہرگز قرینِ انصاف نہیں۔ پھر ہمارے ہاں تو مرد جو بنیادی طور پر کفیلِ خانہ ہیں ہر قسم کی صلاحیت اور تعلیم کے باوجود تلاشِ روزگار میں پریشان اور سرگرداں ہیں اور اس صورتِ حال نے تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں میں بغاوت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے اور یہ ہونہار نوجوان جرائم کا راستہ اختیار کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہیں۔ ایسے میں اگر مردوں کو نظرانداز کرکے عورتوں کو ملازمتیں دی جائیں تو اس سے اچھے نتائج کی توقع قطعاً کارِ عبث ہے۔

خلّاقِ کون و مکان نے حسن و جمال میں عورت کو وافر حصہ عطا کیا ہے اور وہ فطرتاً خوبصورت نظر آنا چاہتی ہے۔ قدرت نے جس حکمت کے تحت عورت میں یہ دلکشی رکھی ہے وہ کسی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں۔ چنانچہ اس جذبے کی تسکین کیلئے اسلام میں عورت کو زیورات پہننے، سجاوٹ کرنے اور جسمانی زینت و آرائش اختیار کرنے کی اجازت دی ہے مگر اس زیب و زینت کا اظہار گھر کی چار دیواری کے اندر صرف شوہر کے سامنے جائز ہے اور ان افرادِ خانہ کے سامنے جو اس کے محرم ہیں یعنی جن کے ساتھ اس کا نکاح کسی حال میں نہیں ہو سکتا مثلاً باپ، بھائی، بیٹا، چچا وغیرہ۔ اس طرح عورت کے فطری جذبہ کی تسکین بھی ہو جاتی ہے اور کسی فتنے کا بھی کوئی امکان نہیں رہتا۔ مگر عورت کا پوری دلکشی اور رعنائی کے ساتھ نیم عریاں لباس، ننگے سر، سراپا نمائش گھر سے نکلنا اسلامی معاشرے میں کسی طرح فٹ نہیں بیٹھتا۔ اسلام تو اس انداز کو جاہلیت کی سج دھج قرار دیتا ہے چنانچہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ کے تحت دورِ جدید کے مفسر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

"....اب یہ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت سٹیج پر آکر گائے، ناچے، تھرکے، بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے؟ کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کریں؟ یا ہوائی میزبان (Air Host ess) بنائی جائیں اور انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل لبھانے کی تربیت دی جائے؟ یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں؟ یہ کلچر آخر کس قرآن سے برآمد کی گئی ہے؟ خدا کا نازل کردہ قرآن تو سب کے سامنے ہے اس میں کہیں اس کلچر کی گنجائش نظر آتی ہو تو اس مقام کی نشاندہی کر دی جائے......

اللہ تعالٰی جس طرزِ عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے۔ وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس کے باہر۔ لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو جس کے ساتھ سابق دورِ جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست لباسوں یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا اور ناز و ادا سے چلنا ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا کام نہیں ہے۔ یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں جو اسلام میں نہیں چل سکتے۔ اب یہ بات ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو ثقافت ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت۔ البتہ اگر کوئی اور قرآن ہمارے کارفرماؤں کے پاس آگیا ہے جس سے اسلام کی یہ نئی روح نکال کر مسلمانوں میں پھیلائی جارہی ہے تو دوسری بات ہے۔" (تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۸۹ تا ۹۲)

**فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔**

© rasailojaraid.com